غرانیق علے

(۱)

غرانیق غرنیق یا غرناق یا غرنوق کی جمع ہے جس سے گورے رنگ کے خوبرو نرم و نازک نوجوان مراد ہیں۔

اذا انت غِرناق الشباب میال　　ذو دایتین ینحان اسربال

امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں۔

کأنّی انظر الی غُرنوقٍ من قریشٍ یتشحط فی دمہ۔

بھری جوانی کا مفہوم بھی آتا ہے:۔

الا ان تطلاب الصبیٰ منك زلّةٌ　　وقد فات ریعان الشباب الغرانق

فربہ وجسیم کو بھی کہتے ہیں۔

قلتُ سعدٍ وھو بالازارق　　علیك بالمحض وبالمشارق

واللھوِ عند بادنٍ غرانقِ

ایک طرح کی مرغابی کا نام بھی ہے:۔

اجار الینا لجّةً بعد لجّةٍ　　ازل کغرنیق الضحول عموّجُ

اسی نام کا ایک پودا بھی ہے۔

ابن الانباری کہتے ہیں:۔

الغرانیق العُلی ھی الاصنام وھی فی الاصل الذکور من طیر الماء وکانوا　　غرانیق علے سے بت مراد ہیں، اصل میں یہ مرغابیوں کا نام ہے بشرکین کو گمان تھا کہ جناب الٰہی میں بت ان کے

انہ زعمون ان الاصنام تقربهم من الله وتشفع لهم الیه فشبهت بالطیور التی تعلو وترتفع فی السماء۔	ذریعہ تقرب ہیں اور اس بارگاہ میں ان کی شفاعت کرتے ہیں، اسی بناء پر بتوں کو ان چڑیوں سے تشبیہ دی جو بلند ہوں اور اونچے اڑیں اور آسمان کی خبر لیں۔

(۲)

یہ تو لفظ کے معنی ہوئے، اب مطلب کو دیکھئے کہ مظہر عجائب و مطلع غرائب ہے۔

اس لفظ کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کرتے ہیں کہ یوں تو آپ ہمیشہ بتوں کے دشمن تھے لیکن ایک دن شیطان نے قابو پاکر آپ کی زبان سے بھی بتوں کی تعریف کرا ہی لی۔

کیا شیطان کو اتنی قدرت ہے کہ انبیائے کرام بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکیں؟ مفسرین اس سوال کے جواب میں متذبذب ہیں، اور اس تذبذب کی وجہ سورہ حج کی یہ آیت ہے:۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله اٰيٰته والله عليم حكيم (۲۲: ۶) آیت ۲۶	ہم نے تمہارے قبل کوئی رسول و نبی ایسا نہیں بھیجا کہ اس نے جب تمنا کی ہو تو شیطان نے اس میں وسوسہ نہ ڈالا ہو، خدا شیطانی وسوسہ کو مٹا کر اپنی نشانیوں کو استوار کرتا ہے اور خدا دانا حکیم ہے۔

یعنی پیغمبر جب تقرب الی اللہ کے لئے کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو شیطان اس کے خلاف وسوسے پیدا کرتا ہے، پیغمبر اس صورت میں خدا سے رجوع کرتا ہے۔

اس کی نظیر ایک دوسری آیت ہے۔

ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فاذا هم مبصرون۔ (سورہ ۷، رکوع ۲۴۔ آیت ۱۷۹)	پرہیزگاروں کو جب شیطان کے کسی گروہ نے چھولیا (یعنی برے خیالات ان کے دل میں آئے۔ تو انہوں نے اللہ کو) یاد کیا یاد کرنا تھا کہ ناگاہ بینش والے ہوگئے

ایک اور آیت میں ہے:-

واما ینزغنک من الشیطان نزغ	شیطان جب تیرے دل میں کوئی وسوسہ ڈالے تو خدا
فاستعذ باللہ (۲۰۰:۷)	سے پناہ مانگ۔

غرض یہ ہے کہ پیغمبران رسل کو خدا نے اگرچہ دانستہ خطا سے معصوم بنایا ہے لیکن جو سہو اور وسوسہ شیطانی سے وہ معصوم نہیں۔ اس بات میں جو تمام آدمیوں کا حال ہے وہی ان کا بھی ہے بجز ان امور کے جو وہ جان کر کریں۔ سہو میں ان کی پیروی نہ کرنی چاہئے۔ جو کام وہ بالقصد کرتے ہیں استوار و محکم وہی ہیں

ابو مسلم کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انسان کے لئے انہیں میں سے پیغمبر بنا کر بھیجے ہیں، فرشتے نہیں بھیجے ہیں۔ اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں کہ وحی کی تلاوت میں شیطانی وسوسہ سے بچا ہو شیطان اس کے ذہن میں وحی کی منافی باتیں ڈال دیتا ہے اور اسے یاد کرنے نہیں دیتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ پیغمبر کو وحی اور حفظ وحی پر ثابت قدم کر دیتا ہے اور اسے یہ بتا دیتا ہے کہ یہ امر درست ہے اور شیطان کی جانب سے جو بات ہوتی ہے۔ اس کو مٹا دیتا ہے۔ (رازی ج ۲ ص ۲۵)

(۲)

مفسرین اس کی شان نزول میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جب قوم کا رہنا گراں گذرا تو آپ کے جی میں آیا کہ ایسی وحی نہ اترتی جس سے قریش متنفر ہوں۔ اس لئے کہ آپ کو ان کے ایمان لانے کی بڑی تمنا تھی، ایک روز آپ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ "وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی" اتری آپ نے اس کو پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے۔ اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی۔ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ اور وہ خواہش دل میں موجود تھی تو شیطان نے آپ کی زبان پر جاری کر دیا کہ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔ (یعنی ان نازک اندام وعالیشان بتوں سے شفاعت کی امید ہے) قریش نے جب یہ سنا تو خوش ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بدستور پڑھتے رہے حتیٰ کہ جب سورۃ ختم ہوئی تو آپ نے آخر میں سجدہ کیا اور ساتھ ہی مجلس میں جتنے مسلمان وکافر تھے سب نے سجدہ کیا۔ قریش کی خوشی کا کیا کہنا کہنے لگے کہ محمدؐ نے ہمارے معبودوں کو خوبی سے یاد کیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا کہ خدا کی جانب سے میں جو الفاظ نہیں لایا تھا وہ آپ نے پڑھ دئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور بہت ڈرے تو اللہ نے یہ آیت اتاری۔

اس واقعہ کو ابن ابی حاتم طبری و ابن منذر نے شعبہ کی سند سے اور بزار و ابن مردویہ نے امیہ بن خالد سے روایت کیا ہے اور وہ بھی شعبہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ابن اسحاق نے اس کو تفصیلاً سیرۃ النبیؐ میں محمد بن کعب کی سند سے اور موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں ابن شہاب کی سند سے اور ابو معشر نے محمد بن کعب کی سند سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ "معنی سب کے ایک ہیں اور بجز سعید بن جبیر کے یہ حدیث اور جتنے طریقوں سے روایت ہوئی ہے سب یا تو ضعیف ہیں یا منقطع ہیں لیکن کثرت طرق سے پتہ چلتا ہے کہ قصہ کی کچھ نہ کچھ اصلیت ہے۔ اس کے دو طریقے اور بھی ہیں۔ جو مرسل ہیں[1] اور ان کے راوی ویسے ہی ہیں جیسے صحیحین کے۔ ایک روایت تو وہ ہے جو طبری نے یونس بن یزید کی سند سے ابن شہاب سے روایت کی ہے۔ اور دوسری وہ ہے جو معتمر بن سلیمان و حماد بن سلمہ کی سند سے روایت کی ہے۔ ابوبکر بن العربی نے حسب عادت بڑی جرات سے کہا ہے کہ طبری نے اس بارے میں بہت سی لغو بے اصل روایتیں درج کی ہیں۔" اور عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اہل صحت میں کسی ثقہ نے بسند صحیح متصل روایت ہی نہیں کیا ہے۔ اس کے نا متصل جتنے ہیں سب ضعیف ہیں روایتیں مضطرب ہیں اور سند منقطع ہے۔ تابعین و مفسرین میں جن لوگوں نے

[1] حدیث مرسل وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یا یہ کہا ہے اور صحابی جس کے واسطے سے اس کی حدیث روایت کرنی چاہئے اس کا نام نہ لے حدیث مرسل کے قابل استدلال ہونے میں اہل علم مختلف ہیں امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر کسی دوسرے درست طریقے سے بھی مرسل کی تقویت ہوتی ہو تو مان لینا چاہئے ورنہ نہیں۔

اس قصہ کو بیان کیا ہے کسی نے سند نہیں پیش کی اور نہ اصل راوی تک مرفوع کیا۔ اس کے اکثر طریقے ضعیف ہیں"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "یہ تمام اقوال خلاف قاعدہ ہیں۔ اس لئے کہ روایت کے طریقے جب کثیر ہوں اور ماخذ مختلف ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی اصلیت ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان میں تین حدیثوں کی سندیں صحیح کے قاعدے پر ہیں اور یہ تینوں مرسل ہیں"۔[1]

(۴)

حقیقت یہ ہے کہ ایسی حالت میں حدیث مرسل سے استدلال صحیح نہیں روایت جب فاسد ہے تو گو اس کے بہت سے طریقے ہوں اور مختلف ماخذ ہوں لیکن بنائے استدلال اس کو قرار دینا بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔

ابن العربی و قاضی عیاض نے جو لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کے وہی مناسب ہے اس لئے کہ آنحضرتؐ کی عصمت اور اس قسم کے رذائل سے منزہ و مبرا ہونے پر امت کا اجماع ہے اور دلیل قائم ہو چکی ہے نعوذ باللہ نہ ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آسکتی ہے اور نہ زبان پر کہ پیغمبر ہو کر عمداً یا سہواً خدا پر جھوٹ باندھیں۔ یہ تو عقلاً و عرفاً بھی محال ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اور جو مسلمان وہاں موجود تھے۔ ان سے یہ واقعہ مخفی کیونکر رہا۔[2]

حافظ ابن حجر نے اسی وجہ سے ایک مقام پر خود کہا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثنائے قرات میں شیطان کا القا کرنا نہ تو از روئے عقل صحیح ہے اور نہ از روئے نقل"۔[3]

از روئے عقل اس لئے نہیں کہ جس نے یہ جائز رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی تعظیم کی اس کا یہ قول کفر ہے۔ اس لئے کہ بداہۃً معلوم ہے کہ آپ کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ بتوں کا ازالہ ہو۔ اگر اس کو جائز سمجھ لیں تو شریعت سے امن و حفاظت اٹھ جائے اور تمام احکام و قوانین اسلام میں ماننا پڑے کہ ایسے ہی ہیں اور خدا کا یہ قول غلط ہو جائے کہ:-

[1] فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۳۳۳۔ [2] عینی جلد ۹ صفحہ ۴۷۔ [3] فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۷۴ و ۳۴۷۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔

اے پیغمبر تمہارے پروردگار نے جو تم پر اتارا ہے اس کی تبلیغ کرو، اور اگر تم نے نہ کی تو پیغامبری نہ کی اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے ہوگا! (سورہ ۵ رکوع ۹ آیت ۶۲)

اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ وحی میں کم کرنا یا بڑھانا دونوں یکساں ہے۔

نقلاً یہ واقعہ اس لئے صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔

ہم پر اگر وہ بعض باتیں گڑھ کر کہتا تو ہم اس سے مواخذہ کرتے اور اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے،

سورۃ ۶۹۔ رکوع اول۔ آیت ۱۹ و ۲۰)

اور دوسری آیت یہ ہے۔

قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الیّ۔

اے پیغمبر کہدو کہ یہ مجھ سے کہاں ممکن کہ وحی کو میں اپنے جی سے بدل دوں مجھ پر جو وحی آتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں

خود اسی سورۃ النجم میں ہے:۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ (سورہ ۵۳۔ رکوع ۲۔ آیت ۱ و ۲)

پیغمبر احکام الٰہی میں اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اس کا کلام وحی ہوتا ہے۔

اس آیت کے بعد اگر تلک الغرانیق العلےٰ پڑھتے اور بتوں کی تعریف کرتے تو اسی وقت اللہ کی تکذیب ہوجاتی اور یہ کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

(۵)

حدیث میں ہے کہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے اس قصہ کی بابت استفسار کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کو بے دینوں نے وضع کیا ہے۔ اور پھر اس کے ابطال میں ایک کتاب بھی تصنیف کی۔

بیہقی نے فرمایا ہے "کہ حدیث سے یہ قصہ ثابت نہیں" اس کے جتنے راوی ہیں بیہقی نے سب میں کلام کیا ہے اور سب کو مطعون ٹھیرایا ہے۔[1]

حدیث میں صرف اس قدر ابن مسعود سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کو پڑھ کر سجدہ کیا۔ بجز ایک قریشی سردار کے کہ اس نے مٹھی بھر کنکری یا مٹی اٹھا کر پیشانی پر مل لی" عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ بحالت کفر قتل ہوا یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کے آخر میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمان و کافر و جن و انس یعنی سب نے سجدہ کیا۔ یہ حدیث بخاری نے روایت کی ہے۔

ان روایات صحیح میں یہ کہیں نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ کہے یا پڑھے تھے۔

جو واقعہ مفسروں نے اس قصہ میں ابن عباس سے روایت کیا ہے تو ابن عباس سے اسکا راوی کلبی ہے اور وہ نہایت ضعیف بلکہ متروک و ناقابل اعتبار ہے۔ ایک دوسری سند سے نحاس نے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے راوی واقدی ہیں حدیث میں ان کے نام ہی کا آنا اس حدیث کے بے سروپا ہونے کے لئے کافی ہے۔

امام بزار کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند متصل مروی ہو۔

ابن کثیر کہتے ہیں "بہت سے مفسرین نے قصہ غرانیق بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اکثر مہاجرین ارض حبشہ سے اس گمان کی وجہ سے لوٹ آئے کہ مشرکین مسلمان ہوگئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی روایت کے جتنے طریق ہیں سب مرسل ہیں، میں نے کوئی بھی صحیح طور پر مستند نہیں دیکھا"۔

خلاصہ یہ کہ اس باب میں جتنی روایتیں ہیں یا تو سب مرسل ہیں۔ اور یا منقطع السند ہیں جن میں ایک بھی قابل استدلال نہیں۔ جن صاحبوں کو یہ تمام حدیثیں دیکھنا ہوں وہ سیوطی کی درمنثور میں دیکھیں۔[2]

---

[1] رازی جلد ۶ صفحہ ۲۴۵ و ۲۴۶ ، [2] فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱۔